سیرت نگاری کا محدثانہ اسلوب و منہج: ابن جوزی کی "الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ" کا مطالعہ

(*Ḥadīth* Based Methodology of *Sīrah Writing*: A Study of "*Al-Wafā biahwāl al-Mustafā*" by *Ibn Jowzī*)

*عبدالقدوس
** ڈاکٹر محمد شہباز منج

Abstract

Sīrah writing has been a proud hearted effort for the Muslim scholars throughout Islamic history. From different methods of *Sīrah* writing, *ḥadīth* based style has been the most reliable and authentic method. The present study investigates this method in the light of "*Al-Wafā biahwāl al-Mustafā*" penned by *Īmām Ibn al-Jowzī*. It finds that "*al-Wafā*" is a significant study on the subject. Along with encyclopedic information about different aspects of *Sīrah*, it gives comprehensive insights around legitimacy of different prophetic traditions.

Keywords: *Sīrah* Writing, *Ibn Jowzī, Al-wafā*

پیغمبر اسلام کے احوال کو محفوظ اور مدون کرنے کا جذبہ صدرِ اول ہی سے اہل اسلام کے ہاں بڑی سعادت کا باعث رہا ہے۔ سیرت نگاری کا سلسلہ پہلی صدی ہجری سے لے کر تا حال بڑی عقیدت اور احترام کے ساتھ جاری ہے۔ اس ضمن میں اولین سیرت نگار موسی بن عقبہؒ (141ھ) [1]، امام المغازی محمد بن اسحاق (150ھ) [2]، سید المؤرخین محمد بن عمر الواقدیؒ (207ھ)، عبد الملک بن ہشامؒ (312ھ) اور قاضی عیاض مالکیؒ (544ھ) سے لے کر عصر حاضر کے قابل رشک سیرت نگاروں تک ایک طویل سلسلۃ الذہب ہے، جنھوں نے سیرت نگاری کے مختلف اسالیب اور مناہج اختیار کیے ہیں۔ان اسالیب میں مفسرانہ اسلوب، محدثانہ اسلوب ، مؤرخانہ اسلوب ، فلسفیانہ اسلوب ، متصوفانہ اسلوب ، ادبی اسلوب اور حرکی اسلوب خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ گزشتہ صدی سے سیرت نگاروں اور

*پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اسلامی و عربی علوم ،یونی ورسٹی آف سرگودھا
**اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی و عربی علوم ،یونی ورسٹی آف سرگودھا

[1] صغار تابعین میں سے ہیں۔ سیرت پر انھوں نے "کتاب المغازی" لکھی۔ بالاتفاق ثقہ ہیں۔

[2] صغار تابعین میں سے ہیں۔ سیرت پر انھوں نے "کتاب المغازی والسیر" لکھی۔ مختلف فیہ راوی ہیں۔

کتبِ سیرت کے تحقیقی اور تجزیاتی مطالعے کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے ان سطور میں ابن جوزیؒ (510-597ھ) کے سیرت طیبہ ﷺ پر کام کا ناقدانہ اور تجزیاتی مطالعہ پیش نظر ہے۔ اگرچہ ابن جوزیؒ پر علوم القرآن کے حوالے سے بہت عمدہ کام ہوا ہے۔ مثلاً "ابن جوزیؒ کی علوم القرآن پر مصنفات کا تحقیقی جائزہ" کے موضوع پر پنجاب یونی ورسٹی میں پی ایچ ڈی کی سطح کا تحقیقی کام ہوا ہے۔ "ابن جوزی بحیثیت سیرت نگار" کے عنوان سے سرگودھا یونی ورسٹی سے عبدولقدوس (اس مقالے کے شریکِ مصنف) نے ایم فل سطح کا تحقیقی مقالہ تحریر کیا ہے۔ اسی طرح ناسخ و منسوخ سے متعلق ابن جوزیؒ کے موقف پر دو ریسرچ آرٹیکل لکھے گئے ہیں۔ پنجاب یونی ورسٹی سے شائع ہونے والے تحقیقی مجلے "القلم" میں ایک ریسرچ آرٹیکل "کتب طبقات اور تدوینِ سیرت" کے عنوان سے شائع ہوا ہے، جس میں ابن جوزی کی کتاب "صفۃ الصفوۃ" کو کتبِ طبقات میں شامل کرتے ہوئے، بطور ماخذِ سیرت بحث کی گئی ہے۔ تاہم ان کی کتاب "الوفا باحوال المصطفیٰ" کے اسلوب پر کوئی قابل ذکر تحقیقی کام ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ اس آرٹیکل میں، تحقیق اور تجزیے کی روشنی میں ہم یہ جاننے کی کوشش کی جارہی ہے کہ ابن جوزیؒ نے اپنی اس کتاب میں سیرت نگاری کا کون سا منہج اختیار کیا ہے؟ اگر محدثانہ منہج اختیار کیا ہے، تو وہ اس میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں؟ اس ضمن میں ان کی امتیازی خصوصیات کیا ہیں؟ وہ کون سے اسباب ہیں، جن کی بناپر ابن جوزی پر نقد کیا گیا ہے؟ محدثانہ منہج اختیار کرنے والے دیگر سیرت نگاروں کے درمیان ان کا مقام کیا ہے؟ لیکن ان امور پر بحث سے پہلے ابن جوزیؒ اور ان کی کتب سیرت کا مختصر تعارف پیش کیا جانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

ابن جوزیؒ کا مختصر تعارف

امام ابن جوزی کی ولادت 510ھ میں بغداد میں ہوئی۔ نام عبد الرحمٰن، کنیت ابو الفرج اور لقب جمال الدین تھا۔ تاہم اپنے سلسلۂ نسب میں نویں پشت پر جعفر جوزی کی نسبت سے ابن جوزی معروف ہوئے۔[3] آپ کا سلسلۂ نسب انیسویں پشت پر خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ (634ء) سے جاملتا ہے۔ آپ نے ستاسی (87) سال کی عمر میں 597ھ میں بغداد میں وفات پائی۔ ابن جوزی نے علم تفسیر میں چوٹی کے مفسر، علم حدیث میں جلیل القدر حافظ، علم تاریخ میں وسیع معلومات رکھنے والے مؤرخ، بے مثال سیرت نگار، حنابلہ کے مایہ ناز فقیہ، واعظِ آفاق اور عالمِ عراق کی حیثیت سے اپنا نام پیدا کیا۔ آپ پہلے آدمی تھے، جنھوں نے منبر پر مجلس وعظ کے دوران قرآن کریم کی تفسیر مکمل کی۔[4]

---

[3] شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، تاریخ الاسلام و وفیات المشاہیر والاعلام (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2005ء)، 463/12۔

[4] ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی ابن جوزی، المنتظم فی تاریخ الملوک والامم (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1992ء)، 251/10۔

ابن جوزی عالم اسلام میں کثرت تصنیف کے حوالے سے معروف ہیں اور ہر موضوع پر ان کی متعدد قیمتی کتب موجود ہیں۔ تاہم ان پر اوہام اور اغلاط کے حوالے سے شدید اعتراض بھی کیا گیا ہے۔ اس عیب کا سبب کثرت تصنیف، تالیف میں جلد بازی اور نظر ثانی نہ کرنا ہے۔[5]

ابن جوزی اور سرمایہ سیرت المصطفیٰ ﷺ

ابن جوزیؒ کو سوانح نگاری سے خاص شغف تھا۔آپ نے نبی رحمت ﷺ کی سیرت کے علاوہ حضرت عمر فاروقؓ (644ء)، سعید ابن المسیب(94ھ)، عمر بن عبدالعزیز (101ھ)، حسن بصری (110ھ)، ابراہیم بن ادہم (162ھ)، معروف کرخیؒ (200ھ)، امام احمد بن حنبلؒ (241ھ) اور دیگر کئی بزرگانِ دین کی سوانح پر کتب تالیف کیں۔ سوانح نگاری کی ضرورت واہمیت اور اس سے اپنے خاص لگاؤ کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے "صید الخاطر" میں لکھا ہے کہ میری نظر میں فقہ کا اشتغال اور حدیث کا سماع قلب کی اصلاح کے لئے ناکافی ہے، اس میں رقت آمیز باتوں اور سلف الصالحین کی سیرت کی آمیزش ضروری ہے، کیونکہ ان صالح لوگوں نے نقل (قرآن وحدیث) کے مقصود کو حاصل کر لیا ہے اور اعمال کی ظاہری صورت سے ہٹ کر ان کی حقیقت اور مراد کو پالیا ہے۔[6]

ابن جوزی کو سیرت طیبہ ﷺ سے بھی خاص شغف اور خصوصی لگاؤ تھا۔ اس کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ اس موضوع پر ان کی دو مستقل کتب موجود ہیں۔مزید یہ کہ دیگر دو کتب کے ابتدا میں سینکڑوں صفحات سیرت طیبہ ﷺ سے مزین ہیں۔ ذیل میں ان کی مستقل اور جزوی طور پر سیرت طیبہ ﷺ پر مشتمل کتب کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے:

الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ

ابن جوزیؒ کے سیرتی ادب میں اہم اور بنیادی کتاب "الوفا باحوال المصطفیٰ" ہے۔ یہ کتاب سیرت کا ایک جامع اور مستند ذخیرہ ہے، جس میں انھوں نے سیرت طیبہ ﷺ سے متعلق تمام اہم مباحث کو جمع کیا ہے۔ الوفا کے پانچ سو (500) ابواب میں نبی رحمت ﷺ کے سوانح حیات، فضائل ومناقب، جملہ انبیاے کرامؑ پر فضیلت، حلیہ مبارک، اوصاف وخصائل، عبادات، دلائلِ نبوت، شواہدِ رسالت، معجزات، غزوات، مکاتیب اور فضائل اور درود وسلام وغیرہ کو مستند دلائل کی روشنی میں نقل کیا گیا ہے۔

"الوفا" کا خود مصنف کے ہاتھ سے لکھا ہوا نسخہ آج ناپید ہے۔اسے سب سے پہلے مصطفیٰ عبدالواحد نے ایڈٹ کیا۔ ایڈیٹر نے دنیا کے مختلف کتب خانوں میں موجود کتاب کے پانچ مخطوطات کی نشان دہی کی ہے، جن میں مکتبۃ

---

[5] شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، سیر اعلام النبلاء (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1985)، 383/21۔

[6] ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی ابن جوزی، صید الخاطر (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۲ء)، 214-215۔

الازہر، المکتبۃ التیموریۃ، المتحف البریطانی، برلن اور تیونس میں الزیتونۃ شامل ہیں۔[7] ان مخطوطات میں صرفی اور نحوی غلطیاں موجود تھیں جنھیں جدید ایڈیشن میں دور کر دیا گیا ہے۔ "الوفا" کا اردو ترجمہ حامد اینڈ کمپنی لاہور سے طبع ہوا ہے۔

مولد النبی ﷺ/ مولد العروس

سیرت طیبہ ﷺ پر آپ کی دوسری اہم کتاب کا نام "مولد النبی" ہے۔ بعض علما سے اس کا نام "مولد العروس" منقول ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کتاب کے تین مخطوطات جو "جامعۃ الملک سعود ریاض" میں موجود ہیں، ان پر عنوان "مولد النبی" لکھا ہے، لیکن محققین نے انھیں "مولد العروس" کے مخطوطات قرار دیا ہے۔ تاہم یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ دونوں مستقل کتابیں ہیں۔ البتہ ابن جوزی کے نواسہ سبط ابن الجوزی (654ھ) نے مولد النبی کو امام کی تالیفات میں نقل نہیں کیا۔ کتاب کے تین مخطوطات "جامعۃ الملک سعود ریاض" میں موجود ہیں۔ پہلا مخطوطہ "عمر" نے 1248ھ میں، دوسرا "محمد بن احمد النوبی" نے 1278ھ میں اور تیسرا قاسم بن احمد نے 1288ھ میں لکھا۔ اس کے علاوہ بھی کتاب کے کچھ مخطوطات دیگر کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں جن کی تعداد تقریباً سات ہے۔ لیکن سوائے ایک مخطوطہ کے دیگر نامکمل ہیں۔

مولد النبی کا اردو ترجمہ "بیان المیلاد النبوی" کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ اس کتاب میں دائیں جانب عربی متن اور بائیں جانب اس کا ترجمہ ہے۔ اسی طرح "مولد العروس" کا اردو ترجمہ عربی متن کے ساتھ "ذکر میلاد رسول" کے نام سے چھپا ہے۔ اس کا متن کافی حد تک پہلے مخطوطہ سے مناسبت رکھتا ہے، تاہم حیرت انگیز طور پر اکثر صفحات میں بہت زیادہ اختلاف پایا گیا ہے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ ابن جوزی نے جو کتاب لکھی تھی، آج وہ اپنی اصل شکل میں دستیاب نہیں ہے۔

صفۃ الصفوۃ

صفۃ الصفوۃ در حقیقت کتب طبقات سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ کتاب ابو نعیم اصفہانی (430ھ) کی "حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء" کا اختصار ہے۔ ابو نعیم اصفہانی (430ھ) نے اپنی کتاب میں سیرت طیبہ ﷺ کا تذکرہ شامل نہیں کیا تھا۔ چنانچہ ابن جوزی نے اس میں سیرت طیبہ ﷺ کا اضافہ کیا، نیز کتاب کو حشو و زوائد سے پاک کیا۔ یہ کتاب روایتی اسلوب پر مبنی ہے۔ اس میں روایات کی مکمل اسناد ذکر نہیں کی گئیں، تاہم سیرت طیبہ ﷺ کے سلسلے میں کتاب کو قابل اعتماد بنانے کے لئے مروی عنہ یعنی صحابی کا نام ذکر کیا ہے۔ صفۃ الصفوۃ کی تالیف میں ابن جوزیؒ نے صحیحین، جامع ترمذی، مسند امام احمد اور واقدی کی المغازی سے خاص طور پر استفادہ کیا ہے۔

---

[7] مصطفیٰ عبد الواحد، مقدمۃ التحقیق الوفا باحوال المصطفیٰ، از ابن جوزی (فیصل آباد: المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ، 1977ء)، 1/م۔

"تلقیح فہوم اہل الاثر فی عیون التاریخ والسیر"

چوتھی اور آخری کتاب کا نام "تلقیح فہوم اہل الاثر فی عیون التاریخ والسیر" ہے۔ پہلے اس کتاب کا کچھ حصہ لندن سے "تلقیح فہوم اہل الاثر فی مختصر السیر والاخبار" کے عنوان سے 1892ء میں طبع ہوا۔ پھر مکمل کتاب دہلی سے موجودہ نام کے ساتھ 1916ء میں شائع ہوئی۔ یہ تصنیف متعدد علوم و فنون کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ کتاب کی ابتدا میں ایک قابل ذکر حصہ سیرت طیبہ ﷺ پر مشتمل ہے، جو بڑی جامعیت اور اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ترتیب دیا گیا ہے۔ کتاب کا یہ حصہ الگ سے اردو زبان میں "النبی الاطہر" کے نام سے پبلش ہو چکا ہے۔

"الوفا باحوال المصطفیٰ" کا اسلوب و منہج

امام ابن جوزیؒ کی یہ چاروں کتب ہی سیرت طیبہ ﷺ کے سلسلے میں خاصی شہرت رکھتی ہیں، لیکن چونکہ "مولد النبی" کا علی التعیین کوئی مستند نسخہ ثابت نہیں ہے، اسی طرح "صفۃ الصفوۃ" اور "تلقیح فہوم اہل الاثر فی عیون المغازی والسیر" سیرت النبی ﷺ پر مستقل اور جامع کتب نہیں ہیں۔ اس لئے سر دست ہم صرف "الوفا باحوال المصطفیٰ" کے اسلوب و منہج اور امتیازی خصوصیات کو موضوع بحث بنا رہے ہیں۔ باقی کتب سے بحث اور تجزیاتی مطالعہ ایک مستقل عنوان کا متقاضی ہے جسے کسی اور موقع کے لئے اٹھا رکھتے ہیں۔

"الوفا باحوال المصطفیٰ" کا سبب تالیف

انسان کی ہر علمی کاوش کا کوئی اہم مقصد اور سبب لازمی ہوتا ہے، جس کا ذکر عام طور پر کتاب کے مقدمے میں کیا جاتا ہے۔ ابن جوزیؒ کے پیش نظر بھی الوفا کی تالیف کے چند ایک اہم اسباب اور مقاصد تھے۔ ابن جوزی کا خیال تھا کہ عام لوگ نبی رحمت ﷺ کا محض سرسری سا تعارف رکھتے ہیں اور آپ ﷺ کی حقیقی شان اور فضیلت سے ناواقف ہیں۔ اس لئے آپ نے پختہ عزم کر لیا کہ سیرت پر ایک ایسا ذخیرہ مرتب کیا جائے، جس میں آپ ﷺ کے مقام و منصب، مکمل حالات زندگی، ثبوتِ رسالت اور جملہ انبیاے کرام پر آپ ﷺ کی فضیلت کو محکم دلائل کے ساتھ بیان کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب کی تالیف کا مقصد درج ذیل الفاظ میں بیان کیا:

> **فانی رأیت خلقاً من أمتنا لا یحیطون علماً بحقیقة فضیلته فأحببت أن أجمع کتابا أشیر فیه إلی مرتبته ، و أشرح حاله من بدیته إلی نهایته ، و أدرج فی ذلک الأدلة علی صحة رسالته و تقدمه علی جمیع الأنبیاء فی رتبته۔**[8]
>
> میں نے امت مسلمہ میں سے ایسے لوگوں کو دیکھا جو آپ ﷺ کی فضیلت (اور) حقیقت سے ناواقف ہیں۔ مجھے یہ بات بھلی معلوم ہوئی کہ ایک ایسی کتاب مرتب کروں جس میں

---

[8] ابو الفرج عبد الرحمٰن بن الجوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ (ریاض: المؤسسۃ السعیدیۃ، 1776ء)، 21/1۔

آپ کا مقام مرتبہ بیان کروں ۔ اول تا آخر آپ ﷺ کے سوانح واضح کروں ۔ نیز ثبوتِ رسالت اور مرتبہ میں تمام انبیاپر تقدم پر ٹھوس دلائل درج کروں ۔

چنانچہ ابن جوزیؒ نے اس کتاب میں نبی رحمت ﷺ کی سیرت کا احاطہ کرنے کے ساتھ ساتھ ثبوتِ رسالت کے لئے دلائل جمع کئے ہیں اور جملہ انبیاء کرام پر آپ ﷺ کی فوقیت اور برتری کو ٹھوس دلائل کی روشنی میں ثابت کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ابن جوزیؒ کی مذکورہ کتاب فن سیرت نگاری میں ایک نئی اختراع اور جدت پسندی ہے اور سیرت طیبہ ﷺ کے سلسلے میں ایسی کثیر الفوائد تصنیف اس سے پہلے منظرِ عام پر نہیں آئی ،جو بیک وقت سیرت نبوی، دلائلِ نبوت ، شواہدِ رسالت اور خصائص وغیرہ کو جامع ہو۔

اہم موضوعات

''الوفا باحوال المصطفیٰ" محض سیرت رسول اللہ ﷺ سے بحث نہیں کرتی، جیساکہ اس کے نام سے گمان ہونے لگتا ہے بلکہ ،اس میں مصنف علّام نے احوالِ سیرت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان اہم موضوعات اور مباحث کا بھی ذکر کیا ہے جن پر الگ الگ مستقل کتابیں لکھی جا سکتی ہیں ۔ نیز ابن جوزی سے پہلے سیرت نگاروں نے بھی ان میں سے کسی ایک پر ہی زیادہ فوکس کیا تھا۔ابن جوزی کی خصوصیت ہے کہ انھوں نے متعدد مضامین کو اپنی کتاب کا حصہ بنایا ہے۔لہٰذا اگر اس مختصر مطالعے میں کتاب کے موضوعات کو الگ الگ تفصیلاً ذکر کرنا ممکن نہیں ،چنانچہ اختصار کے پیش نظر کتاب کے جملہ مضامین کو چھے اہم موضوعات میں سمیٹنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

سیرۃ رسول عربی ﷺ

"الوفا باحوال المصطفیٰ" کا اکثر حصہ نبی رحمت ﷺ کے سوانح سے متعلق ہے۔اس اہم موضوع کے تحت ابن جوزی نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ولادت سے قبل کے واقعات کا ذکر کیا ہے اور پھر وفات تک کے تمام احوالِ زندگی کو مختصر مگر بڑی جامعیت سے بیان کیا ہے ۔ ابن جوزی نے اس بات کی کامیاب کوشش کی ہے کہ آنحضور ﷺ کی حیات مبارکہ کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے ۔ اسی لیے انھوں نے نبی رحمت ﷺ کا حلیہ مبارک ، عبادات و کیفیت عبادت ، عادات و سنن مبارکہ ، ورع و تقوی، لباس ، گھریلو سامان، سواریاں ، غلام اور خدام ،آرایش و زیبایش ، پسندیدہ کھانے ، مشروبات ، استراحت کے آداب ، ازدواجی زندگی ، اسفار ،غزوات اور مشاہدات کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔

شمائل رسول عربی ﷺ

ابن جوزی نے الوفا میں نبی رحمت ﷺ کے اخلاق اور عادات پر تفصیل سے لکھا ہے۔آپ ﷺ کی حسی اور معنوی صفات پر روشنی ڈالی ہے۔ نیز حیات عامہ و خاصہ میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلوک، طرز عمل اور سنن کا تذکرہ بھی شامل ہے۔

خصائص رسول عربی ﷺ

ابن جوزی نے الوفا میں نبی رحمت ﷺ کے فضائل او رخصائص کبریٰ پر تفصیل سے لکھا ہے۔ انھوں نے خصوصیت سے آپؐ کے ان امتیازات کو کتاب کا حصہ بنایا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے صرف آپ ﷺ کو عطا فرمائے تھے اور جن کی بدولت اللہ جل شانہ نے نبی رحمت ﷺ کو جملہ انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم پر فضیلت اور برتری عطا فرمائی ہے۔

دلائل نبوت رسول عربی ﷺ

سیرت نگاروں نے اس موضوع پر مستقلًا کتب تصنیف کی ہیں۔ ابن جوزی نے اس ضمن میں نبی رحمت ﷺ کے حسی اور معنوی ہر دو طرح کے معجزات کو "الوفا" میں جمع کیا ہے۔ مصنف نے بڑے ہی مضبوط اور ٹھوس دلائل سے دعواے نبوت میں نبی رحمت ﷺ کی سچائی کو ثابت کیا ہے اور اس پر وارد شدہ اہم اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے۔

تخصصات محمدی ﷺ

ابن جوزی کی "الوفا" میں نبی رحمت ﷺ کے ان اہم اور امتیازی مناصب کا تذکرہ بھی موجود ہے، جو خداوند قدوس نے خصوصی طور پر صرف آپؐ ہی کو عطا کیے ہیں، دیگر انبیاے کرام کو ان سے سرفراز نہیں کیا گیا۔ مثلا مقام وسیلہ، شفاعت کبریٰ، مقام محمود، لواء الحمد اور حوض کوثر کا عطا کیا جانا آپؐ کے خاص مناصب میں سے ہیں۔ اسی طرح جنت میں اولین دخول، امت کی کثرت اور اعمال امت کی بارگاہ نبوی میں پیشی بھی نبی رحمت ﷺ کے ان امتیازی اوصاف میں شامل ہیں جنھیں "الوفا" میں خاص اہمیت سے نقل کیا گیا ہے۔

ابواب درود وسلام

"الوفا" میں نبی رحمت ﷺ پر درود اور سلام پڑھنے کے سلسلے میں بھی کئی باب قائم کیے گئے ہیں، جن میں نبی رحمت ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کی فضیلت، باری تعالیٰ اور ملائکہ کا آپؐ پر درود پڑھنا، کیفیت درود وسلام، منکرین درود شریف کے مذمت اور خواب میں نبی رحمت ﷺ کی زیارت کے متعلق عمدہ اور قیمتی مواد جمع کیا ہے۔

مذکورہ موضوعات پر ابن جوزیؒ سے پہلے بھی یقینا سیرت نگاروں نے بہت کچھ لکھا تھا، لیکن عمومی طور پر متقدمین نے کسی ایک عنوان کو اپنی اپنی کتاب کا موضوع تحریر بنایا تھا۔ نیز اگر کسی نے ان سب پر لکھا بھی، تو اس قدر تفصیل اور جامعیت سے نہیں جتنا "الوفا" میں لکھا گیا ہے۔ اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ سب سے پہلے ان تمام موضوعات کو ایک ہی کتاب میں حسن ترتیب، جامعیت اور تفصیل کے ساتھ زیور تحریر سے آراستہ کرنے کا امتیاز اور سہرا امام ابن جوزیؒ ہی کے سر ہے۔

"الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ" کے محاسن اور امتیازی خصوصیات

"الوفا باحوال المصطفیٰ" کی نمایاں خوبی اس کا سلیس، سادہ، مختصر اور انتہائی عام فہم تحریری اسلوب ہے۔کتاب کی یہ خوبی سیرت النبی ﷺ پر لکھی گئی سابقہ کتبِ سیرت سے اسے ممتاز کر دیتی ہے۔ ابن جوزیؒ نے مشکل الفاظ اور پیچیدہ تراکیب کے استعمال سے اجتناب کیا ہے۔ تشبیہات اور استعارات کی دقیق زبان استعمال کرنے سے بھی احتراز کیا ہے۔ نیز ادبِ سیرت سے انتہائی دقیق اور عمیق نکات اخذ کرکے قاری کو بیجا کوفت اور الجھن میں نہیں ڈالا۔ لہٰذا عوام وخواص کے لئے اس کتاب سے استفادہ کرنا انتہائی آسان ہوگیا ہے۔

ابن جوزیؒ نے "الوفا" میں اختصار کو ملحوظ رکھا ہے اور غیر ضروری تفاصیل کو نقل کرنے سے مکمل طور پر کنارہ کش رہے ہیں۔ قارئین کی اکتاہت کے پیش نظر اور کتاب کو مختصر کرنے کے لئے احادیث واخبار کی اسانید کو حذف کردیا ہے۔ اسی طرح ایجاز کی خاطر اشعار کو بھی شاذونادر ہی کہیں ذکر کیا ہے۔اس کے علاوہ کتاب کو غیر ضروری اقوال اور تکرار سے محفوظ رکھنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ نیز اگر کسی روایت کو مکرر بھی لائے ہیں تو انھی الفاظ کے ساتھ نہیں بلکہ الفاظ اور معانی کے اضافہ کے ساتھ لائے ہیں۔

جامعیت ابن جوزی کی سیرت نگاری کا ایک اور نمایاں وصف ہے۔ ''الوفا باحوال المصطفیٰ" میں سیرت طیبہ ﷺ سے متعلق تمام پہلوؤں اور ضروری معلومات اور واقعات کو مرتب کردیا گیا ہے۔

''الوفا" حسنِ ترتیب اور دقت تالیف کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ مصنف نے جامع عناوین کے تحت "الوفا" کو متعدد ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ان ابواب میں پھر مزید چھوٹے چھوٹے ذیلی ابواب قائم کئے ہیں۔ ہر ہر حدیث، بحث اور باب کو اس کے صحیح اور جائز مقام پر رکھا ہے۔سیرت النبی سے متعلق واقعات اور معلومات کی ترتیب ایسی ہے کہ مبہمات اور ظاہری اختلافات خود بخود حل ہو جائیں، تاہم بعض اختلافی مقامات پر بے لاگ تبصرے بھی کیے ہیں اور متقدمین علمائے کرام کی آرا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ جانب راجح کو ترجیح دی ہے اور جانب مرجوح کی وجہ تردید و تنقیص بھی بیان کی ہے۔

"الوفا باحوال المصطفیٰ" کے دیگر کتب پر اثرات

"الوفا باحوال المصطفیٰ" کو اس کی حسنِ ترتیب، مستند اور سیرت النبی ﷺ سے متعلق تمام پہلوؤں کو جامع ہونے کی وجہ سے بے پناہ مقبولیت اور شہرت دوام حاصل ہوئی۔ بعد میں آنے والے سیرت نگاروں نے ان امور میں ابن جوزیؒ کے نقش قدم پر چلنا اپنے لئے باعث افتخار سمجھا اور اپنی کتب سیرت کو تقریبا اسی انداز سے ترتیب دیا۔ لہٰذا ابن جوزیؒ کے بعد لکھی جانے والی کتب سیرت میں اس فنی اور تکنیکی جدت کو واضح طور پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ علامہ سیوطیؒ (911ھ) کی مشہور زمانہ تصنیف "الخصائص الکبریٰ" اس کی بہترین مثال ہے۔

"الوفا باحوال المصطفیٰ" بطور ماخذِ سیرت

"الوفا باحوال المصطفیٰ" کے بعد سیرت النبی ﷺ پر لکھنے والے متعدد مؤلفین نے "الوفا" کو براہ راست ایک ماخذِ سیرت کی حیثیت سے لیا ہے اور اپنی کتب سیرت میں اس سے استفادہ کیا ہے۔ چند ایک کتب کا تعارف زیب قرطاس ہے:

1۔ کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ

ابو الحسن علی بن عیسی الاربلی (692ھ) کی تالیف ہے۔ اس کتاب میں متعدد مقامات پر "الوفا باحوال المصطفیٰ" سے استفادہ کیا گیا ہے۔

2۔ المواہب الدنیۃ

محمد بن احمد قسطلانی (923ھ) کی تالیف ہے۔ یہ کتاب سیرتی ادب کا بنیادی اور اہم مصدر تسلیم کی جاتی ہے۔

3۔ سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد

امام محمد الصالحہ (942ھ) کی تالیف ہے۔ سیرت النبی پر ایک ضخیم اور جامع کتاب ہے جو بارہ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

4۔ "ضیاء النبی ﷺ"

محمد کرم شاہ الازھری (1418ھ) کی تالیف ہے۔ سیرت طیبہ سے متعلق ایک جاندار اور تعصّبات سے پاک، جامع کتاب ہے۔

5۔ الصفا فی التوسل والتبرک بالمصطفیٰ

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تالیف ہے۔ اس کتاب میں بھی "الوفا باحوال المصطفیٰ" کو بطور ماخذ لیا گیا ہے۔

6۔ زیارت قبور

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تالیف ہے۔ اس کتاب میں بھی "الوفا باحوال المصطفیٰ" کو بطورِ ماخذ لیا گیا ہے۔

7۔ "عالم ارواح کا میثاق اور عظمت نبوی ﷺ"

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تالیف ہے۔ اس کتاب میں بھی "الوفا باحوال المصطفیٰ" کو بطور ماخذ لیا گیا ہے۔

ان کے علاوہ بھی عربی، اردو اور فارسی کی بہت سی بلند پایہ اور مشہور و معروف تصانیف اور تحریروں میں "الوفا باحوال المصطفیٰ" کو بطور ماخذ و مصدر لیا گیا ہے۔ کتاب سے استفادہ کا رجحان اس کی مقبولیت کی واضح علامت ہے۔

امام ابن جوزیؒ کا محدثانہ اسلوب و منہج

امام ابن جوزیؒ ایک بلند پایہ محدث تھے۔ آپ علم جرح و تعدیل سے بھی خوب واقفیت رکھتے تھے۔ راجح اور مرجوح روایات پر بھی آپ کی گہری نظر تھی۔ اسی بنا پر آپ نے سیرت نگاری میں بھی محدثانہ اسلوب و منہج اختیار کیا ہے۔ انھوں نے نقل کو عقل پر ترجیح دینے کا راستہ اپنایا ہے۔ نیز جہاں ضرورت ہو وہاں روایت کے ساتھ درایت

سے بھی کام لیا ہے۔ ہر باب میں احادیث بکثرت لائے ہیں۔ نیز اپنی کتاب کی ابتدا اور انتہا دونوں ہی احادیث نقل کرنے سے کی ہیں۔ تاہم اختصار کے پیش نظر روایات کی اسانید ذکر نہیں کیں بلکہ صرف صحابی یا تابعی کے نام پر اکتفا کیا ہے۔ فن حدیث میں ماہر محدث کی حیثیت سے بعض جگھوں پر احادیث کی صحت و عدم صحت پر کلام کیا ہے اور بعض مقامات پر راجح و مرجوح کی تعیین کی ہے۔ مصنفؒ کے محدثانہ منہج کا مطالعہ اور تجزیہ چند عنوانات کے تحت پیش کیا جاتا ہے۔

روایتِ حدیث میں احتیاط

امام ابن جوزیؒ نے کتاب کے مقدمے میں ہی یہ بات اپنے اوپر لازم کرلی تھی کہ وہ صحت حدیث کا خاص خیال رکھیں گے۔ کثرتِ حدیث کے شوق میں "حاطب اللیل" کی مانند رطب و یابس کو جمع نہیں کریں گے۔ صرف صحیح اور مستند احادیث کو اپنی کتاب میں شامل کریں گے:

> **ولاخلط الصحیح بالکذب کما یفعل من یقصد تکثیر روایته ، مثل حدیث هامة بین الهیم ، و زریب بن برثملی و ما جاء فی مجانستها اذ فی الصحیح غنیة لمن قضیٰ الله بهدایته .**[9]
>
> میں جھوٹی روایات کو صحیح روایات کے ساتھ خلط ملط نہیں کروں گا جیسا کہ کثرت روایت کے طالب ایسا کرتے ہیں۔ مثلاً حدیث "**هامة بین الهیم**" اور "**زریب بن برثملی**" وغیرہ۔ کیونکہ صحیح احادیث اس شخص کے لئے کافی ہیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا فیصلہ فرمادیا ہو۔

اگر موازنہ کیا جائے تو بلاشبہ مصنف متقدمین سیرت نگاروں کی نسبت اس مقصد میں بہت حد تک کامیاب رہے ہیں۔ تاہم بعض مقامات پر کچھ ایسی روایات بھی ہیں جنھیں بعض محققین کمزور اور ضعیف بلکہ موضوع روایات میں شمار کرتے ہیں۔ مگر یہاں امکان یہ ہے کہ وہ روایات ابن جوزیؒ کے نزدیک معتبر ہوں؟ امام ابن جوزیؒ پر تساہل پسندی کا الزام بھی لگایا گیا ہے۔ لیکن تحقیقی مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ "الوفا" میں ایسی متنازع روایات کی مقدار آٹے میں نمک کے برابر ہے۔

بیانِ ضعف کے لئے بعض روایات کا اندراج

امام ابن جوزیؒ نے صحت حدیث کا التزام کیا ہے، تاہم انھوں نے بعض ابواب میں قصدا بھی ضعیف احادیث کو نقل کیا ہے۔ ایسی روایات کو نقل کرنے سے مقصود کچھ ثابت کرنا نہیں ہوتا بلکہ جرح و نقد کرنا اور ضعف کی وجہ بیان کرنا ہوتا ہے یا کسی اعتراض وغیرہ کا جواب دینا ہوتا ہے۔ نیز ایسی روایات کو مستقل اور باب کے حصے کے طور پر

---

[9] ابن جوزی، الوفا، 1/1۔

نہیں بلکہ کسی سوال یا اعتراض کے ضمن میں یا مخفی سوال کے جواب کے طور پر ذکر کیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کے تبسم کو ثابت کرنے کے لئے متعدد روایات نقل کی ہیں۔ ان کا موقف ہے کہ نبی کریم ﷺ سے قہقہہ کے ساتھ ہنسنا قطعاً ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا انھوں نے حضرت علی سے ثبوت قہقہہ والی ایک روایت نقل کرنے کے بعد جرح کی ہے:

وھذا الحدیث لا یثبت ، فیہ جماعۃ مجرحون ، و لا یصح عن رسول اللہ ﷺ ، انہ کان یزید علی التبسم . [10]

یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ اس کی سند میں مجروح راویوں کی ایک پوری جماعت ہے۔ نیز رسول اللہ ﷺ سے تبسم سے زیادہ صحت کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔

ان الفاظ میں ابن جوزی نے ثبوت ضحک والی روایت پر سخت جرح کی ہے۔ ان کے نزدیک اس روایت کے راوی ثقہ نہیں ہیں۔ انھوں نے اس کے گویا سب ہی رواۃ کو مجروح قرار دیا ہے۔ اس لئے ان کے مطابق یہ روایت ضعیف اور ناقابلِ استدلال ہے۔ اسی طرح ابن جوزی نے نبی کریم ﷺ کے فارسی کلمات کی ادائیگی کرنے سے متعلق دو احادیث ذکر کرنے کے بعد جرح کی ہے۔ ان کے مرفوع ہونے کا انکار کیا ہے۔ [11] ایسی تنقید اور جرح کی متعدد مثالیں کتاب میں موجود ہیں۔

احادیث میں راجح اور مرجوح کی نشان دہی

احادیث میں راجح اور مرجوح کی نشان دہی " الوفا باحوال المصطفیٰ " کی ایک اور اہم خوبی ہے، جو اسے سابقہ کتبِ سیرت سے ممتاز کرتی ہے۔ ابن جوزیؒ نے اختلافی مقامات پر نہ تو چشم پوشی سے کام لیا ہے اور نہ ہی صرف متقدمین علمائے کرام کی آرا ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے، بلکہ اس سے ایک قدم آگے جانب راجح کی تعین بھی کی ہے اور جانب مرجوح کی وجہ تنقیص بھی بیان کی ہے۔ چنانچہ نبی رحمت ﷺ نے انگوٹھی کس ہاتھ میں پہنی؟ اس مضمون کی روایات مختلف فیہ ہیں۔ امام ابن جوزیؒ کے مطابق نبی رحمت ﷺ کی سنت بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی تھی۔ اس مضمون کی احادیث انھوں نے کتاب میں ذکر کیں ہیں نیز جس روایت میں دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا ذکر ہے، اس کو مندرجہ ذیل الفاظ میں ضعیف قرار دیا ہے:

---

[10] ابن جوزی، الوفا، 131/2۔

[11] ابن جوزی، الوفا، 123/2۔

واختلفت الرواية: هل كان يلبسه في يمينه، أو في يساره؟عن جابر: «أن النبي ﷺ كان يتختم في يمينه».محمد بن عباد: ضعيف، وابن ميمون. ليس بشيء. قال البخاري: هو ذاهب الحديث.واليسار أصح[12]

اس بارے میں روایات میں اختلاف ہے کہ نبی رحمت ﷺ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے یا بائیں ہاتھ میں ؟ حضرت جابر نے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ مگر اس روایت میں محمد بن عباد ضعیف ہیں اور ابن مامون بھی کمزور راوی ہے۔ امام بخاریؒ نے ان کو ذاہب الحدیث کہا ہے۔ اس لیے انگوٹھی بائیں ہاتھ میں پہننے والی روایت زیادہ صحیح ہے۔

ابن جوزیؒ نے ذکر کیا ہے کہ نبی رحمت ﷺ کے دائیں یا بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ راجح قول کے مطابق آپ ﷺ نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی تھی۔ ابن جوزی اسی مضمون کی روایت کو راجح قرار دے رہے ہیں۔ نیز باب میں روایت صرف جانب راجح کی ذکر کی ہے ، جانب مرجوح کی روایت نقل کرکے تضعیف بیان کی ہے اور اس کے رواۃ پر جرح کی ہے۔ نیز جانب راجح کی نشان دہی "والیسار اصح" کے الفاظ سے کی ہے۔ نیز اس مسئلہ میں جمہور کی رائے بھی یہی ہے۔

اسی طرح ابن جوزیؒ نے واقعہ معراج سے متعلق ایک طویل روایت ذکر کی ہے جو حضرت انس سے مروی ہے۔ اس حدیث کے دو طرق ہیں۔ پہلی روایت کے راوی شریک ہیں ، جس کے مطابق نبی رحمت ﷺ پر پچاس (50) نمازوں کی فرضیت ہوئی تو آپ ﷺ تخفیف کی درخواست لے کر بار بار اللہ تعالیٰ کے پاس واپس جاتے رہے۔ ہر بار دس دس نمازیں معاف ہوتی رہیں حتی کہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔ یہ روایت بخاریؒ اور مسلمؒ دونوں نے نقل کی ہے۔ حضرت انس سے دوسری روایت ثابت کے واسطہ سے نقل کی گئی ہے، جس کے مطابق ہر بار پانچ نمازوں کی تخفیف ہوتی رہی حتی کہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔اس روایت کو نقل کرنے میں امام مسلم (817-875ء) منفرد ہیں۔ ابن جوزیؒ نے ان دونوں روایات پر درج ذیل الفاظ میں تبصرہ کیا :

"وقد ذكرنا في حديث أنس بن مالك، من رواية شريك عنه، وفي رواية حماد بن سلمة، عن ثابت، عن أنس أنه قال: رَجَعْتُ إِلَى رَبِّي فَحَطَّ عَنِّي خَمْساً ولَمَ أُزَلْ أُرَاجِعُ بَينَ رَبِّي وبَيْنَ مُوسَى وَيَحُطُّ عَنِّي خَمْساً خَمْساً وهذا من أفراد مسلم، والأول أصح؛ لأنه قد اتفق البخاري ومسلم من حديث أنس بن مالك، ومن حديث أنس عن نفسه أنه

[12] ابن جوزی، الوفا، 279/2۔

حط عشراً. فهذه الرواية التي فيها «فَحَطَّ خَمْساً خَمْساً» غلط من الراوي". [13]

ہم نے انس بن مالک سے روایت شریک کے واسطہ سے ذکر کی ہے، اور دوسری روایت حماد بن سلمہ نے ثابت سے کی ہے۔ ان کے مطابق حضرت انس نے آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ "میں اپنے رب کی طرف لوٹ کر گیا تو مجھ سے پانچ نمازیں معاف کی گئیں۔ پھر میں اپنے رب اور موسیٰؑ کے درمیان آتا جاتا رہا اور اللہ پانچ پانچ نمازیں کم کرتا رہا۔ امام مسلم اس روایت میں منفرد ہیں۔ پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔ اس پر بخاری اور مسلم دونوں متفق ہیں ۔ نیز حضرت انس کی دوسری روایت میں دس دس معاف کرنے کا ذکر ہے۔ لہٰذا جس روایت میں پانچ پانچ کی معافی کا ذکر ہے وہ راوی کی غلط فہمی پر مبنی ہے۔

اس پیراگراف میں ابن جوزیؒ نے حضرت انس کی ایک سند سے منقول روایت کو درست قرار دیا ہے، جب کہ دوسری سند سے منقول اسی روایت کو راوی کی بھول چوک اور غلط فہمی پر مبنی قرار دیا ہے۔ اس طرح انھوں نے پہلی سند سے منقول روایت کو ترجیح دی ہے۔

تطابق اور توافق کی کوشش

ابن جوزیؒ نے کتاب میں جہاں مختلف فیہ روایات ذکر کی ہیں وہاں اگر ممکن ہو روایات کے درمیان جمع و تطبیق کی بھی کامیاب سعی کی ہے۔ چنانچہ نبی رحمت ﷺ کے خضاب کے حوالے سے حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ مہندی اور وسمہ کا خضاب استعمال کرتے تھے۔ پھر ابن عمر سے نقل کیا گیا: آپ ﷺ نے زعفران اور ارس (یمن میں پایا جانے والا ایک پودا ہے جس سے زرد رنگ حاصل ہوتا ہے) کا خضاب استعمال فرمایا۔ ابن جوزیؒ نے اس اختلاف کی درج ذیل توجیہ پیش کی ہے:

"فإن قيل: فما وجه الاختلاف؟ قلنا: قد كان يخضب بهذا تارة وبهذا تارة ".[14]

"اگر ان روایات میں اختلاف کی وجہ پوچھی جائے تو ہم یہ کہیں گے کہ یہ اختلاف مختلف حالات کی وجہ سے ہے۔ کبھی یہ خضاب استعمال فرماتے اور کبھی دوسرا استعمال فرماتے۔"

[13] ابن جوزی، الوفا، 357/2۔

[14] ابن جوزی، الوفا، 281/2

گویا ابن جوزیؒ نے ان دونوں روایات میں تطبیق دینے کی کوشش کی ہے کہ اگرچہ بادی النظر میں ان روایات میں باہم اختلاف محسوس ہو رہا ہے لیکن درحقیقت ان میں کوئی اختلاف اور تضاد نہیں ہے کیونکہ دونوں طرح کی روایات مختلف اوقات اور احوال سے متعلق ہیں۔

رواۃِ حدیث پر جرح اور ائمہ کے اقوال

فن جرح و تعدیل علم حدیث سے متعلق ایک اہم شعبہ ہے۔ ابن جوزیؒ نے محدث ہونے کی حیثیت سے حدیث کی سند میں آنے والے رواۃ پر جرح بھی کی ہے اور بعض کی تعدیل بھی کی ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے خود بھی تنقید کی ہے اور ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ چنانچہ باب **"فی ذکر خضابه"** میں ایک سوال کے تحت دو روایات نقل کی ہیں۔ پہلی روایت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے اور جابر بن عبداللہ سے۔ ان دو روایات کو ذکر کرنے کے بعد ان کی سند میں مذکور راویوں پر جرح کی ہے :

> **"وأما حديث سعد، وجابر: فراويهما الواقديُّ، وقد كذّبه أحمد، وقال يحيى: ليس بثقة. وقال أبو زُرْعة: كان يضع الحديث۔"** [15]
>
> "جہاں تک حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت جابر بن عبداللہ کی حدیث کا معاملہ ہے تو ان کا راوی واقدی ہے۔ امام احمدؒ نے اسے جھوٹا کہا ہے۔ امام یحییٰ نے فرمایا کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ امام ابو زرعہؒ فرماتے ہیں وہ احادیث گھڑا کرتا تھا۔"

یہاں ابن جوزیؒ محدثانہ انداز کو خوب کام میں لائے ہیں۔ انھوں نے حدیث کو اس بنا پر ضعیف قرار دیا ہے کہ حدیث کی سند میں موجود ایک روای مجروح ہے۔ راوی پر جرح ثابت کرنے کے لئے ابن جوزی نے ائمۂ حدیث کے اقوال سے بھی مدد لی ہے۔

معارض روایات کا جواب

ابن جوزیؒ ہر باب میں اپنے مؤقف کی تائید میں معتبر احادیث لائے ہیں۔ تاہم اگر ان کے معارض بھی کوئی حدیث موجود ہو تو اسے سوال کے انداز میں ذکر کرنے کے بعد جواب بھی دیا ہے۔ مثلاً نبی رحمت ﷺ خضاب استعمال کرتے تھے یا نہیں؟ اس بارے میں روایات مختلف ہیں۔ ابن جوزیؒ کے نزدیک خضاب استعمال فرمانا راجح ہے۔ اس پر انہوں نے معتبر احادیث نقل کیں ہیں۔ اس کے بعد سوال کے انداز میں معارض حدیث نقل کرنے کے بعد جواب دیتے ہیں :

> **"فإن قيل: قد روي أنه لم يَخْضب.عن ثابت قال: سُئل أنس عن خضاب رسول الله ﷺ؟ فقال: «لم يَخْضب».عن زياد مولى سعد قال: سألت سعد بن أبي وقاص: هل خضب رسول الله ﷺ؟ قال:لا . . .عن بشير مولى المازنيين**

[15] ابن جوزی، الوفا، 2/282۔

قال: سألت جابر بن عبدالله: هل خضب رسول الله ﷺ؟ قال: لا. ..فالجواب: أمَّا حديثُ أنس فجوابه من وجهين:أحدهما: أنه قد اختلفت الرواية عنه.عن أنس قال : إن رسول الله ﷺ كان يمسُّه بصُفْرة.والثاني: أن قوله. . . لم يخضب» شهادة على نفي، وقد قطع غيره من الصحابة . . . والإثبات مُقَدَّم على النفي. ..وأما حديث سعد، وجابر: فراويهما الواقديُّ، وقد كذّبه أحمد."[16]

"اگر سوال کیا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے خضاب لگایا ہی نہیں۔ جیسے حضرت ثابتؓ سے منقول ہے کہ حضرت انسؓ سے نبی کریم ﷺ کے خضاب کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا آپ نے خضاب استعمال نہیں فرمایا۔ حضرت سعد کے آزاد کردہ غلام زیاد سے روایت ہے کہ انھوں نے سعد بن ابی وقاص سے پوچھا، کیا نبی کریم ﷺ خضاب لگاتے تھے تو انھوں نے فرمایا نہیں۔۔۔مازنیین کے آزاد کردہ غلام بشیر سے منقول ہے انھوں نے حضرت جابر بن عبداللہ سے سوال کیا کہ کیا نبی کریم ﷺ خضاب لگاتے تھے انھوں نے فرمایا نہیں۔۔۔اس کے دو جواب ہیں۔ اول حضرت انس سے مختلف روایات منقول ہیں۔ ان میں سے ایک روایت میں ہے کہ آپؐ ان کو زرد رنگ کرتے تھے۔ دوسرا لم یخضب نفی پر شہادت ہے جب کہ دیگر صحابہ نے یقین کا اظہار کیا ہے۔ اور اثبات کو نفی پر تقدم حاصل ہے۔ نیز سعد اور جابر کی روایات کا راوی واقدی ہے، جسے امام احمد نے جھوٹا کہا ہے۔"

اس پیراگراف میں ابن جوزیؒ نے اپنے مؤقف کے معارض روایات کے بارے میں فرمایا ہے کہ حضرت انس نے نفی خضاب کے بارے میں گمان کا اظہار کیا ہے، جب کہ دیگر صحابہ کرام نے قطعی طور پر خضاب کا اثبات کیا ہے۔ نیز ضابطہ ہے کہ اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ حضرت سعد اور حضرت جابر کی روایات اس لئے معتبر نہیں ہیں کہ ان کا راوی واقدی ہے، جسے بعض محدثین نے جھوٹا کہا ہے۔

بعض روایات و استدلالات پر نقد

"الوفا باحوال المصطفیٰ" بعض روایات ایسی ہیں جن پر بعض لوگوں نے تنقید کی اور انھیں ضعیف و موضوع قرار دیا ہے، تاہم جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا، انھوں نے ہو سکتا ہے انھیں اپنی تحقیق میں درست سمجھا ہو۔ البتہ چونکہ اس نوع کی روایات پر جرح و نقد موجود ہے، لہٰذا ہم یہاں چند روایات کی نشان دہی کرنا ضروری سمجھتے ہیں:

حضرت مسیح کو حضور ﷺ پر ایمان لانے کی تاکید سے متعلق روایت

ایک روایت جس پر نقد کیا جاتا ہے حضرت مسیح کو حضور ﷺ پر ایمان لانے کی تاکید سے متعلق ہے۔ یہ روایت کچھ اس طرح نقل کی گئی ہے:

---

[16] ابن جوزی، الوفا، 2/ 282 -283۔

"عن ابن عباس قال: أوحى الله تعالى إلى عيسى عليه السلام فيما أوحى إليه: أن صدِّق بمحمد، ومُر أمتك من أدركه منهم أن يؤمنوا به، فلولا محمد ما خلقت آدم، ولولا محمد ما خلقت الجنة والنار، ولقد خلقت العرش فاضطرب فكتبت عليه لا إله إلا الله محمد رسول الله فسكن۔"[17]

"ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو وحی کی کہ محمد (ﷺ) پر ایمان لایے۔ اپنی امت کو تاکید کیجیے کہ جو بھی انھیں پائے وہ ان پر ایمان لائے۔ اگر محمد (ﷺ) کو (نبی) نہ بنانا ہوتا تو میں آدمؑ کو پیدا ہی نہ کرتا۔ اگر محمد (ﷺ) کا وجود نہ ہوتا تو میں جنت اور دوزخ پیدا نہ کرتا۔ اور میں نے عرش پیدا کیا تو وہ کانپنے لگا۔ میں نے اس پر "**لا إله إلا الله محمد رسول الله**" لکھا تو وہ پر سکون ہو گیا۔"

یہ روایت اس کے علاوہ کچھ دیگر الفاظ سے بھی نقل کی گئی ہے۔ تاہم الفاظ کے فرق کے باوجود تمام کا مفہوم اور مقصد ایک ہی ہے۔ کسی روایت میں ایک انداز اختیار کیا گیا ہے تو دوسری روایت میں وہی بات ذرا مختلف الفاظ میں منقول ہے۔ نیز ایک روایت میں اختصار ہے تو دوسری میں تفصیل ہے یا اس میں کوئی زائد بات نقل کی گئی ہے۔ لیکن ان تمام روایات میں مدار سند یعنی حدیث نقل کرنے والے صحابی حضرت عبداللہ بن عباس ہیں۔ ابن جوزیؒ نے مذکورہ روایت کو پہلے باب "فی ذکر التنویہ بذکر نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم من زمن آدم علیہ السلام" میں بھی نقل کیا ہے۔ تاہم فرق اتنا ہے کہ وہاں پر جملے کسی قدر کم نقل کیا گیا ہے۔ یعنی روایت کو ذکر کرنے میں اختصار سے کام لیا ہے۔ وہ روایت درج ذیل ہے:

"عن ابن عباس: أوحى الله تعالى إلى عيسى عليه السلام: لولا محمد ما خلقت آدم، ولقد خلقت العرش فاضطرب ، فكتبت عليه لا إله إلا الله محمد رسول الله فسَكَن ۔"[18]

"ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو وحی کی کہ اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں آدمؑ کو پیدا نہ کرتا۔ اور میں نے عرش کو پیدا کیا تو وہ کانپنے لگا۔ میں نے اس پر "**لا إله إلا الله محمد رسول الله**" لکھا تو اسے قرار آگیا۔"

یہ حدیث یا اس مضمون کی دیگر احادیث کو بعض محققین نے ضعیف اور موضوع قرار دیا ہے۔ اس پر ایک نقد یہ کیا گیا ہے کہ اس کا راوی عمرو بن اوس الانصاری محدثین کے نزدیک مجہول الحال ہے۔ امام ذہبی نے لکھا ہے:

---

[17] ابن جوزی، الوفا، 107/1۔

[18] ابن جوزی، الوفا، 1/ 69

"عمرو بن اوس يجهل حاله ، اتى بخبر منكر ـ اخرجه الحاكم فى مستدركه ، و اظنه موضوعا من طريق جندل بن والق۔" [19]

"عمرو بن اوس راوی مجہول الحال ہے ۔ اس نے ایک منکر روایت بیان کی ہے جسے امام حاکم نے مستدرک میں نقل کیا ہے ۔ میں (امام ذہبی) سمجھتا ہوں کہ یہ روایت جندل بن والق کے طریق سے موضوع ہے۔"

لیکن، جیساکہ ذہبی کے مندرجہ بالا الفاظ سے ظاہر ہے، امام حاکم نے اسے اپنی مستدرک میں نقل کیا ہے۔اور مستدرک حاکم صحیحین کی شرائط کے مطابق ہے۔ اس لحاظ سے دیکھیں تو کسی سیرت نگار کے لیے اس حدیث کے تناظر میں اس سے صرف نظر آسان نہیں، کہ یہ ایک معتبر کتابِ حدیث میں منقول ہے۔امام حاکم نے اس روایت کو ان الفاظ سے نقل کیا ہے:

"عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: أوحى الله إلى عيسى۔ عليه السلام: يا عيسى۔ آمن بمحمد، و أمُر من أدركه من أمتك أن يؤمنوا به، فلولا محمد ما خلقت آدم، ولولا محمد ما خلقت الجنة والنار، ولقد خلقت العرش على الماء فاضطرب فكتبت عليه لا إله إلا الله محمد رسول الله فسكن." [20]

"ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰؑ پر وحی نازل کی کہ اے عیسیٰؑ: ایمان لایے محمد (ﷺ) پر اور اپنی امت کو تاکید کیجیے کہ جو بھی انھیں پائے وہ ان پر ایمان لائے۔ اگر محمد (ﷺ) کا وجود نہ ہوتا تو میں آدمؑ کی تخلیق نہ کرتا۔ اگر محمد (ﷺ) کا وجود نہ ہوتا تو میں جنت و دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔ میں نے عرش کی تخلیق پانی پر کی تو وہ کانپنے لگا۔ میں نے اس پر" **لا إله إلا الله محمد رسول الله**" لکھا تو اسے قرار آگیا۔"

امام حاکم کی اس روایت میں ابن جوزیؒ کی روایت کے اعتبار سے کسی جگہ الفاظ کا اضافہ ، کہیں کچھ کمی اور ایک جگہ پر جملہ کی ترتیب میں معمولی سی تبدیلی ہے، لیکن اس کے باوجود معنی و مفہوم میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ نیز اس کے راوی بھی ابن عباس ہی ہیں، جس سے روایت کا ایک ہونا ثابت ہوتا ہے۔ البتہ اس کے نقل کرنے میں رواۃ سے الفاظ میں معمولی تبدیلی واقع ہو گئی ہے۔

امام حاکم کے مطابق یہ روایت صحیحین کی شرط پر اور صحیح الاسناد ہے۔امام صاحب کے الفاظ ہیں :

---

[19] ابو عبداللہ محمد بن احمد الذھبی (بیروت : دار المعرفۃ)، 246/3۔

[20] ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین (بیروت : دار الکتیب العلمیہ، 2002ء)، 672/2۔

"هذه حديث صحيح الاسناد و لم يخرجاه ـ" [21]

اس حدیث کی سند صحیح ہے لیکن امام بخاری اور امام مسلم نے اسے نقل نہیں کیا۔

البتہ، جیسا کہ اوپر وضاحت ہوئی بعض دیگر لوگوں نے امام حاکم کی تصحیح پر نقد کیا ہے اور ان کی بعض احادیث کو جھوٹی اور موضوع قرار دیا ہے، مثلاً ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"و قالوا : ان الحاكم يصحح احاديث و هى موضوعة مكذوبة عند اهل المعرفة بالحديث ، ۔۔۔و لهذا كان اهل العلم بالحديث لا يعتمدون على مجرد تصحيح الحاكم ـ"[22]

اور (محدثین) کہتے ہیں کہ امام حاکم احادیث کو صحیح قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ حدیث کی معرفت رکھنے والوں کے ہاں موضوع اور جھوٹی ہوتی ہیں۔ ۔۔اور اسی وجہ سے حدیث کا علم رکھنے والے محض امام حاکم کی تصحیح پر اعتماد نہیں کرتے۔

یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ امام تیمیہ جہاں امام حاکم کی بعض روایات کو جھوٹی قرار دیتے ہیں وہیں یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کی اکثر احادیث صحیح ہیں۔ مثلاً لکھتے ہیں:

كان غالب ما يصححه فهو صحيح ـ"[23]

ان کی اکثر تصحیح شدہ احادیث صحیح ہیں۔

بہر حال مذکورہ حدیث ان احادیث میں سے ہے، جن کی صحت پر علما میں اختلاف ہے، بعض نے اسے صحیح اور بعض نے موضوع قرار دیا ہے۔

اللہ کے عرش پر کلمے سے متعلق روایت

"الوفا" کی زیر نظر نوعیت کی روایات میں سے ایک حضرت آدمؑ کے واقعے سے متعلق ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ حضرت آدمؑ نے اللہ کے عرش پر " لا اله إلاّ اللّهُ مُحَمَّدٌ رَسولُ الله " لکھا ہوا دیکھا تھا۔ جب آدم سے غلطی ہوئی تو اسی نام کے وسیلے سے معافی چاہی تو انھیں معافی مل گئی۔ روایت کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

"عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: لمَّا أصَابَ آدمُ الخَطِيْئَةَ، رَفَعَ رَأْسَهُ فَقال: رَبِّ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ إلاّ غَفَرْتَ لِي. فَأَوْحَى اللّهُ تَعَالى إِليه: وَمَا مُحَمَّدُ، وَمَنْ مُحَمَّدُ؟ فَقال: رَبِّ، إنَّك لمَّا أتْمَمْتَ خَلْقِي رَفَعْتُ رَأسِي إلى

---

[21] حاکم نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین، 672/2۔

[22] شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ، مجموع الفتاوی (المدینہ المنورۃ: مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف، 2004ء)، 255/1۔

[23] شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ، مجموع الفتاوی، 255/1۔

عَرْشِكَ، فإذا عَليه مَكْتُوبٌ لا اله إلاّ اللّهُ مُحَمَّدٌ رَسولُ الله. فَعَلِمْتُ أنَّه أكْرَمُ خَلْقِكَ عَلَيك، إذ قَرَنْتَ اسْمَهُ مع اسْمِكَ. قال: نَعَمْ قَدْ غَفَرْتُ لكَ، وَهو آخِرُ الأنْبِيَاءِ من ذُرِّيَّتِكَ، وَلوْلاَه ما خَلَقْتُكَ."[24]

عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمؑ سے خطا ہو گئی، تو انھوں نے سر اٹھا کر دعا کی: پروردگار محمد کے حق کے وسیلے مجھے معاف کر دیجیے۔ اللہ نے ان کی طرف وحی کی، محمد کون ہیں؟ انھوں نے کہا: جب آپ نے میری تخلیق مکمل کی تو میں نے سر اٹھا کر آپ کے عرش کی طرف دیکھا۔ اس پر لکھا ہوا تھا: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، محمد اللہ کے رسول ہیں۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ آپ کے نزدیک مخلوق میں سب سے زیادہ معزز ہیں۔ اسی لئے آپ نے ان کا نام اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے۔ اللہ نے فرمایا: تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں نے تمھاری بخشش کر دی۔ وہ آخری نبی ہیں اور آپ کی اولاد میں سے ہیں۔ اگر وہ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا۔

اس روایت کو ابن جوزی کے علاوہ چند دیگر محدثین نے بھی نقل کیا ہے، تاہم الفاظ میں معمولی اختلاف بھی ہے اور یہ چیز احادیث میں عام ہوتی ہے۔ تمام روایات کے مفہوم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بنیادی طور پر یہ ایک ہی روایت ہے جسے راویوں نے مختلف الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ امام حاکم کے یہاں یہ الفاظ ملتے ہیں:

"عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: لمَّا اقترف آدمُ الخَطِيْئَةَ قال:يا رَبِّ اسالک بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لما غَفَرْتَ لِي. فقال اللَّهُ:يا آدم و كيف عرفت محمدا و لم اخلقه ؟ قال : يا رب ، لانک لما خلقتنی بیدک و نفخت فيي من روحک رفعت راسی فرایت علی قوائم العرش مکتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انک لم تصف الی اسمک الا احب الخلق الیک ، فقال الله :صدقت يا آدم ، انه لاحب الخلق الیی ادعنی بحقه فقد غفرت لک و لولا محمد ما خلقتک۔" [25]

امام طبرانی نے بھی اس روایت کو کسی قدر الفاظ کے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔[26]

---

[24] ابن جوزی، الوفا، 68/1۔

[25] حاکم نیشاپوری، المستدرک، 672/2۔

[26] ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، المعجم الاوسط (قاہرہ: دار الحرمین، 1995ء)، 313/6-314۔

اس روایت پر بھی بعض محدثین کے استدلالات کی روشنی میں نقد کیا گیا اور اسے موضوع قرار دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں بعض استدلالات تو نہایت عجیب ہیں اور نقد کو الٹا کمزور کرنے والے ہیں مثلاً کہا گیا ہے کہ امام حاکم نے اس روایت پر صحت کا حکم کسی قدر بے اطمینانی کی کیفیت میں لگایا ہے۔[27]

حضور ﷺ کو اللہ کے سلام بھیجنے سے متعلق روایت

مذکوری نوعیت کی احادیث میں سے ایک "حدیث القطف" ہے۔ حضرت انس سے مروی اس روایت کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

"جاء جبریل الی النبی ﷺ فقال: ان الله یقرئک السلام، و ارسلنی الیک بهذا القطف، فاخذه ﷺ"[28]

جبرئیل نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے، اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو سلام پیش کر رہے ہیں۔ آپ کی طرف یہ گچھا بھیجا ہے، تو آپ ﷺ نے اسے لے لیا۔

اس روایت پر بعض محدثین نے وضع کا حکم لگایا ہے۔ امام سیوطی نے ابن حبان کے حوالے سے اس روایت کو بے اصل قرار دیا ہے۔ اس کی وجہ روایت میں موجود ایک راوی حفص ہے جسے ناقابل احتجاج قرار دیا گیا ہے۔[29] اس روایت کے حوالے سے ابن جوزی کے ہاں یہ تضاد ملتا ہے کہ انھوں نے خود بھی اس روایت پر وضع کا حکم لگایا اور اسے "الموضوعات" میں ذکر کیا ہے۔ اگر یہ حدیث ابن جوزی کے نزدیک موضوع تھی تو یہاں اسے کس لیے نقل کیا گیا؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔

حضور ﷺ کے پاکیزہ سے پاکیزہ صلب میں منتقل ہونے سے متعلق روایت

اسی طرح ابن جوزیؒ نے ابن عباسؓ سے ایک اور روایت ذکر کی ہے، جس میں نبی رحمت ﷺ کے پاکیزہ نسب اور پاک صلب سے پاکیزہ صلب کی جانب منتقل ہونے کا ذکر ہے۔ اس روایت کو کسی قدر الفاظ کی کمی یا بیشی کے ساتھ دیگر محدثین نے بھی نقل کیا ہے۔ روایت کے جو الفاظ ابن جوزی نے نقل کیے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

"عن ابن عباس قال: قلت: يا رسول الله، أين كنت وآدم في الجنة؟ قال: كُنْتُ فِي صُلْبِه، وأُهْبِطَ إلى الأَرْضِ وَأنا فِي صُلْبِهِ، وَرَكِبْتُ السَّفِيْنَةَ فِي صُلْبِ أَبِي نوحٍ، وقُذِفْتُ في النَّارِ في صُلْبِ أَبِي إِبْرَاهِيم، لم يَلْتَقِ لي أَبَوَانِ قَطُّ على سِفَاحٍ، لم يَزَلْ يَنْقُلُني من الأَصْلابِ الطَّاهِرَةِ إلى الأَرْحَامِ النَّقِيَّةِ

[27] دیکھیے حاکم نیشاپوری، المستدرک، 672/2، مذکورہ حدیث پر امام حاکم کی گفت گو۔

[28] ابن جوزی، الوفا، 25/2۔

[29] جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی، اللالی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعہ (بیروت: دار المعرفہ، 2010)، 276/1۔

مُهَذَّبًا لا تَتَشَعَّبُ شُعْبَتَانِ إلاّ كُنْتُ فِي خَيْرِهِما، أَخَذَ اللَّهُ لِي بالنُّبوَّةِ مِيْثَاقِي، وفِي التَّوْرَاةِ بَشَّرَ بِي، وفِي الإِنْجِيلِ شَهَرَ اسْمِي، تُشْرِقُ الأَرْضُ لِوَجْهِي والسَّماءُ لِرُؤْيَتِي." [30]

"ابن عباسؓ راوی ہیں انھوں نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے رسول (ﷺ) سے دریافت کیا کہ جب آدمؑ جنت میں تھے تو آپ اس وقت کہاں تھے ؟ آپؐ کا ارشاد ہے کہ میں ان کی پشت میں تھا۔ آدمؑ کو زمین پر اتارا گیا تب بھی میں ان کی پشت میں تھا۔ میں اپنے والد نوحؑ کی پشت میں ہی کشتی پر سوار ہوا۔ مجھے میرے والد ابراہیمؑ کی پشت میں ہی آگ میں پھینکا گیا۔ میرے آباؤ اجداد کبھی بھی زنا کے مرتکب نہیں ہوئے۔ میں ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے صاف رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ میں ہمیشہ دو جماعتوں میں سے بہتر جماعت میں رہا۔ اللہ نے میری نبوت کے لئے (انبیاء) سے عہد لیا۔ تورات میں میری بشارت دی گئی۔ انجیل میں میرے نام کی تشہیر کی گئی۔ زمین میرے چہرے کی وجہ سے روشن اور آسمان میرے دیدار سے منور ہے۔

اس حدیث کی "الوفا" میں موجودگی کے حوالے سے بھی یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ابن جوزی کے ہاں "الموضوعات" میں بھی یہ درج ہے۔ اگر یہ موضوع ہے تو اسے "الوفا" میں کیوں نقل کیا گیا اس پر مزید حیرت اس سے ہوتی ہے کہ "الموضوعات" میں ابن جوزی نے اس روایت کو قصہ گو واعظوں کی تخلیق قرار دیا ہے، جسے ایک محکم سند کی مدد سے بیان کیا گیا ہے۔[31]

اسرائیلیات کے حوالے سے نقد

بعض لوگوں کے مطابق ابن جوزیؒ نے اپنی کتاب میں چند ایک ایسی روایات بھی ذکر کیں ہیں جو ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ اسرائیلیات[32] کے قبیل سے بھی ہیں۔ مثلاً حضرت کعب الاحبارؒ[33] سے مروی درج ذیل روایت :

---

[30] ابن جوزی، الوفا، 1/70-71۔

[31] ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی، الموضوعات (ریاض: مکتبۃ الرشد، 1998ء)، 85۔

[32] محدثین کے ہاں اسرائیلیات کو علی الاطلاق قبول کیا جاتا ہے اور نہ ہی مطلقاً انھیں رد کیا جاتا ہے۔ البتہ قرآن و حدیث یا ان سے مستنبط اسلامی اصولوں کی روشنی میں انھیں پرکھا جاتا ہے۔

[33] ان کا نام کعب بن ماتع حمیری، کنیت ابو اسحاق اور لقب کعب الاحبار تھا۔ یمن میں یہود کے بہت بڑے عالم تھے۔ عہد فاروقی میں اسلام قبول کیا۔ محضرمین میں سے ہیں اور تابعین کے طبقہ اولیٰ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اکثر اسرائیلیات انہی سے مروی ہیں۔ جمہور محدثین نے ان کی توثیق کی ہے البتہ بعض نے ضعیف بھی قرار دیا ہے۔ دیکھیے: رجال تفسیر الطبری، موسوعہ رجال کتب التسعہ۔

"لما أراد الله تعالى أن يخلق محمداً ﷺ أمر جبريل عليه السلام أن يأتيه فأتاه بالقبضة البيضاء التي هي موضع قبر رسول الله ﷺ، فعجنت بماء التَّسْنيم، ثم غمست في أنهار الجنة، وطيف بها في السموات والأرض، فعرفت الملائكة محمداً وفَضْله قبل أن تعرف آدم، ثم كان نور محمد ﷺ يُرى في غُرَّة جبهة آدم. وقيل له: يا آدم هذا سيد ولدك من الأنبياء والمرسلين.فلما حملت حواء بشيت انتقل عن آدم إلى حواء، وكانت تلد في كل بطن ولدين إلا شيتاً، فإنها ولدته وحده، كرامة لمحمد ﷺ.ثم لم يزل ينتقل من طاهر إلى طاهر إلى أن ولد ﷺ."[34]

اس روایت میں نبی رحمت ﷺ کی تخلیق کے مراحل اور فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔ نیز اس روایت میں آپ ﷺ کے پاکیزہ نسب کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ اسی نوعیت کی اوپر والی حدیث کی طرح اس روایت پر بھی محدثین نے کلام کیا ہے اور اسے اسرائیلیات میں شمار کیا ہے اور ضعیف قرار دیا ہے۔[35]

بہر حال جہاں تک ضعیف روایات کی توجیہ کا تعلق ہے تو چند ایک ائمہ (مثلا امام حاکمؒ) نے ایسی احادیث کی توثیق بھی کی ہے۔ ہو سکتا ہے ابن جوزی بھی یہی رائے رکھتے ہوں۔[36]

واقدی کے اقوال سے اخذ اور مرویات کا رد

واقدی شروع سے ہی مختلف فیہ راوی رہے ہیں۔ محدثین نے ان پر سخت جرح اور نقد کیا ہے۔ تاہم بعض نے ان کو ثقہ بھی قرار دیا ہے۔ ابن جوزی نے واقدی سے بہت کچھ اخذ کیا ہے۔ تاہم ابن جوزیؒ نے جہاں واقدی (207ھ) کے اقوال نقل کئے ہیں، تو ان پر کوئی نقد نہیں کیا۔ البتہ احادیث کی سند میں جہاں واقدی کا ذکر آیا ہے تو اسے کمزور راوی قرار دیا ہے۔ بلکہ اپنی کتاب "الضعفاء والمتروکین" میں محدثین کے حوالے نقل کرکے واقدی پر سخت جرح کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"قال احمد بن حنبل : هو كذاب ،... و قال يحيٰ : ليس بثقة ، و قال مرة : ليس بشىء لا يكتب حديثه ، و قال البخارى و الرازى و النسائى : متروک الحديث ،

---

[34] ابن جوزی، الوفا، 70/1۔

[35] محمد بن عبد الباقی زرقانی، شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1996ء)، 83/1۔

[36] اس لیے کہ بعض روایات کے بعض علما کے یہاں ضعیف قرار دیے جانے اور اس نقد کو قابلِ اعتنا سمجھنے کے باوصف محدثین کا ایک گروہ فضائل کے باب میں ایسی روایات کو نقل کرنا جائز سمجھتا ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ ابن جوزیؒ نے بھی اسی رائے کو اختیار کرتے ہوئے ایسی روایات کو شامل کتاب کیا ہو۔

و ذکر الرازی و النسائی انه کان یضع الحدیث ، و قال الدار قطنی : فیه ضعف."[37]

"احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ وہ جھوٹا ہے۔۔۔ یحیٰ بن معین نے انھیں ثقہ بتایا ہے۔ ایک دفعہ کہا کہ وہ کچھ بھی نہیں ہے اس سے احادیث نہ لکھی جائیں۔ امام بخاری، امام رازی اور امام نسائی متروک الحدیث قرار دیتے ہیں۔ رازی اور نسائی نے ذکر کیا ہے وہ احادیث گھڑتا تھا۔ دار قطنی کے مطابق ان میں ضعف ہے۔"

ابن جوزیؒ نے اسی شدید جرح کی بناپر واقدی کی تضعیف کی ہے اور ان کی مرویات پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے مرجوح یا ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن اگر تحقیق کی جائے تو یہاں ایک طرح کا تضاد بھی نظر آتا ہے۔ کیونکہ ابن جوزیؒ نے واقدی کے اقوال تو بغیر کسی ردو قدح کے قبول کئے ہیں البتہ ان سے مروی روایات کو قبول نہیں کیا۔ تاہم ان کی جانب سے یہ عذر بھی پیش کیا جا سکتا ہے کہ مسلم سکالرز نے بالعموم واقدی کو تاریخ اور سیر میں ثقہ جب کہ حدیث میں متروک اور ضعیف کہا ہے۔ ابن جوزیؒ نے اسی بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے واقدی سے تاریخ اور سیرت کے بیان میں اخذ کیا ہے جب کہ ان کی روایات بارے محتاط رویہ اختیار کیا ہے۔

خلاصہ بحث

مسلم سکالرز نے سیرت نگاری کے سلسلہ میں مختلف اسالیب اور مناہج اختیار کئے ہیں۔ ابن جوزیؒ نے اس حوالے سے محدثانہ منہج اپنایا ہے۔ زیر مطالعہ مضمون میں ان کے اسلوب کا تفصیلی جائزہ لینے اور تجزیہ کرنے کے بعد درج ذیل نتائج سامنے آئے ہیں:

☆ الوفا باحوال المصطفیٰ سیرت طیبہ ﷺ کا ایک جامع اور مستند انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اس میں نبی رحمت ﷺ کے احوال حیات، فضائل، شمائل نبوی، دلائل نبوت، شواہد رسالت، غزوات، معجزات اور مکاتیب وغیرہ پر تفصیلاً گفتگو کی گئی ہے۔

☆ کتاب اپنے اسلوب اور ترتیب میں بہت عمدہ ہے، غیر ضروری اور بے فائدہ کلام سے پاک ہے۔

☆ الوفا میں سیرت نگاری کا محدثانہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ صرف مستند اور صحیح روایات کو کتاب کا حصہ بنایا گیا ہے۔

☆ ابن جوزیؒ نے روایات پر راجح و مرجوح، صحیح وضعیف اور رواۃ حدیث پر جرح و تعدیل کے اعتبار سے اپنا نقطۂ نظر پیش کیا ہے۔

---

[37] ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی، الضعفاء والمتروکین (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1986ء)، 3/87-88۔

☆ بظاہر متعارض احادیث میں تطابق و توافق کی سعی کی ہے۔

☆ بعض مقامات پر روایات سیرت پر کیے گئے سوالات اور اعتراضات کا ذکر کیا ہے اور ان محاکمہ کیا ہے۔

☆ الوفا کے تمام تر محاسن اور خوبیوں کے ساتھ ساتھ اس کے نقائص بھی بیان کیے گئے ہیں کہ مولف نے اپنی کتاب میں بعض ضعیف، موضوع روایات نقل کی ہیں۔

☆ ابن جوزیؒ نے واقدی کے اقوال کو قبول کیا ہے لیکن ان سے روایت نہیں کیا، بلکہ روایت کے سلسلہ میں انھیں متروک الحدیث اور وضاع قرار دیا ہے۔

فی الجملہ ابن جوزیؒ کی کتاب الوفا محدثانہ اسلوب میں سیرت النبی ﷺ پر ایک جامع، مستند اور عمدہ کتاب ہے۔